بحث و نظر

کتب میلاد کی روایات اور ان کا استناد

ڈاکٹر محمد سلیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے واقعات جو عام طور پر میلاد کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر موضوع اور بے اصل ہیں۔ حدیث کی مستند کتابوں میں وہ سرے سے موجود نہیں۔ انھیں دلائل و معجزات اور تاریخ و سیرت کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے جن میں صحیح و سقیم، قوی و ضعیف ہر طرح کی روایات پائی جاتی ہیں۔

کتب دلائل و معجزات سے مراد وہ کتب ہیں جن کے مؤلفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب معجزات کو حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے الگ کر کے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ ان کتب کی تالیف کا مقصد یہ نہ تھا کہ معجزات سے متعلق صرف صحیح روایات کو جمع کر دیا جائے بلکہ ان تمام روایات کو یکجا کر دینا تھا جن میں کوئی عجیب بات یا حیرت انگیز واقعہ آپ کی جانب منسوب ہو۔ ان کتب کے مؤلفین کو اس سے غرض نہ تھی کہ یہ روایات صحیح ہیں یا غلط، قوی ہیں یا ضعیف قابل قبول ہیں یا ناقابل قبول؟

اسی طرح تاریخ و سیرت کی کتابوں میں بھی صحیح کے علاوہ بڑی تعداد میں ضعیف اور منکر روایات پائی جاتی ہیں ان کتب کے مؤلفین نے روایات کے نقد و تحقیق پر محدثین کی طرح توجہ نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں طرح کی کتب (یعنی کتب دلائل و معجزات اور کتب تاریخ و سیرت) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لے کر وفات تک بے شمار ضعیف اور منکر روایات پائی جاتی ہیں۔ بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "ان کتب میں زیادہ تر وہی روایات جمع کرنے کا قصد کیا گیا ہے جو حدیث کی مستند کتابوں میں شامل نہیں کی گئی تھیں۔ یہ روایات عام طور پر قصہ گو واعظین کی زبان زد تھیں جو ان سے محض رونق محفل کا کام لیتے تھے۔ ان کتابوں کے مؤلفین نے اسرائیلیات، اقوال حکماء، قصص و حکایات اور حدیث کے مختلف ٹکڑوں کو حدیث کا درجہ دے کر

کتابوں میں مدون کر دیا۔"[۱]

متأخرین نے عام طور پر میلاد سے متعلق روایات انہی کتب سے اخذ کیں۔ ان میں حافظ ابو نعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ) اور بیہقی (م ۴۵۸ھ) کی دلائل النبوۃ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے بعد حافظ قسطلانی (م ۹۲۳ھ) نے انہی روایات کو نقد و تحقیق کے بغیر "المواہب اللدنیہ" میں جمع کر دیا جس میں صحیح کے علاوہ ہزاروں موضوع اور باطل روایات بھی درج ہو گئیں۔ حافظ قسطلانی نے ان تمام روایات کو بغیر سند کے نقل کیا۔ اسی طرح ملا معین الدین الہروی (م ۹۰۷ھ) نے ان روایات کو معارج النبوۃ میں فارسی زبان میں اس آب و رنگ سے پیش کیا کہ یہ روایات گھر گھر پھیل گئیں۔ اس کتاب میں بھی تمام روایات کو بغیر سند کے نقل کیا گیا ہے۔ یہ کتاب 'المواہب اللدنیہ' سے بھی کمتر درجہ کی ہے۔ پوری کتاب اسرائیلیات، اخبار یہود اور بے سروپا عجیب و غریب حکایات سے بھری ہوئی ہے۔

'المواہب اللدنیہ' اور 'معارج النبوۃ' وغیرہ میں جن کتابوں کے حوالے ملتے ہیں ان میں ابو نعیم اور بیہقی کی دلائل النبوۃ اور کتبِ سیرت جیسے طبقاتِ ابن سعد، سیرت ابن اسحاق، تاریخ طبری اور تاریخ ابن عساکر وغیرہ شامل ہیں۔ اگرچہ حافظ ابو نعیم اور بیہقی کی کتابیں بجائے خود معتبر ہیں لیکن ان کی کتابوں کا بڑا حصہ غیر معتبر اور موضوع روایات پر مشتمل ہے۔ ان ائمہ نے اپنی کتابوں میں ہر قسم کی روایات نقد و تحقیق کے بغیر درج کر دیں اور بعد میں حافظ قسطلانی جیسے اصحاب نے ان مؤلفین کی عظمت و جلالت کو دیکھ کر ان روایتوں کو بلا نقد و تحقیق قبول کر لیا۔ حالانکہ ان کتابوں میں نہ صرف ضعیف اور منکر بلکہ موضوع روایات تک پائی جاتی ہیں۔ جو ایسے راویوں سے مروی ہیں جو قطعاً احتجاج اور اعتبار کے قابل نہیں۔ لیکن ان مؤلفین نے یہ سوچ کر کہ چونکہ ان کے ساتھ ان کی اسناد بھی لکھ دی گئی ہیں اس لیے لوگ انھیں دیکھ کر صحیح اور غلط روایات کا خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ان روایتوں کی تدوین میں ضروری احتیاط مد نظر نہیں رکھی۔ حافظ ابو نعیم کے تساہل، موضوع روایات پر سکوت اور روایات کے نقل و جمع میں بے احتیاطی کا تذکرہ کرتے ہوئے انہی کے ہم عصر حافظ ابن مندہ نے جو خود بھی بسا اوقات ضعیف و موضوع روایات نقل کر جاتے ہیں۔

بہت سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس پر امام ذہبی دونوں کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا اقبل قول کل منھما	میں ان دونوں کی آپس میں ایک
فی الآخر بل ھما عندی	دوسرے کے خلاف تنقید قبول نہیں
مقبولان لا اعلم لھما ذنبا	کرتا میرے نزدیک یہ دونوں ہی مقبول
اکثر من روایتھما الموضوعات	ہیں مجھے ان دونوں کا اس سے زیادہ
ساکتین عنھا۔[۲]	کوئی گناہ نہیں معلوم کہ یہ موضوع روایات
	کو خاموشی کے ساتھ روایات کرتے ہیں۔

حافظ ابونعیم پانچویں صدی ہجری کے معروف حافظ حدیث ہیں۔ ان کی جلالت وعظمت سے انکار نہیں لیکن وہ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی نسبت یہ مسلّم ہے کہ فضائل اور معجزات وغیرہ میں ہر طرح کی رطب ویابس روایات قبول کر لیتے ہیں چنانچہ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ "فضائل اعمال میں جن لوگوں نے کتابیں تصنیف کیں مثلاً ابن السنی اور ابونعیم وغیرہ ان کی کتابوں میں بہت سی حدیثیں موضوع ہیں جن پر اعتبار کرنا باتفاق علماء جائز نہیں۔"[۳]

ایک اور موقع پر علامہ ابن تیمیہ نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "وہ فضائل اعمال وغیرہ کے ابواب میں بکثرت احادیث روایت کرتے ہیں کیونکہ وہ کثرت روایت کے خوگر ہیں جن میں صحیح، حسن، ضعیف بلکہ موضوع اور بے بنیاد روایات بھی ہوتی ہیں۔"[۴]

حافظ ابونعیم کے بعد چھٹی صدی ہجری میں قاضی عیاض بن موسیٰ (م ۵۴۴ھ) نے بھی اسی طرح کی روایات "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" میں بلا اسناد جمع کی ہیں، خاص طور پر میلاد سے متعلق روایات اور واقعات جو عام میلاد کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں وہ سب اس میں اختصار کے ساتھ موجود ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ نے قاضی عیاض کی اس کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "اس طرح کی حدیثوں پر شریعت کی بنا جائز نہیں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ان سے دین میں کوئی حجت نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ اسرائیلیات کے قبیل سے ہیں۔"[۵]

متاخرین میں حافظ سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی الخصائص الکبریٰ دلائل ومعجزات پر سب سے زیادہ جامع اور مبسوط کتاب ہے انھوں نے اس کتاب میں "صحاح ستہ" (بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) کے علاوہ طیالسی، حاکم، ابویعلیٰ، بیہقی، ابونعیم، ابن سعد، طبرانی، ابن شاہین، ابن النجار، ابن مندہ، ابن عساکر، دیلمی، خرائطی اور خطیب بغدادی وغیرہ کی کتابوں کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ اس کتاب میں سیوطیؒ نے قوی وضعیف اور صحیح وغلط ہر قسم کی روایات بلاسند جمع کر دی ہیں۔ روایت پرستی کے شوق میں سیوطیؒ نے اس کتاب میں بہت سی ایسی روایات بھی شامل کر دیں جن کے صحیح نہ ہونے کا انھیں علم تھا لیکن چونکہ وہ متقدمین کے نام سے مروی تھیں اس لیے انھوں نے انھیں اپنی کتاب میں جمع کر دیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی ولادت سے متعلق عام کتب میلاد میں مذکور عجیب وغریب واقعات حافظ ابونعیم کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هٰذا الأثر والأثر قبله فيها	اس روایت میں اور اس سے قبل
نكارة شديدة ولم اورد في	کی روایت میں شدید قسم کی نکارت پائی
كتابي هٰذا اشد نكارة فيها	جاتی ہے میں نے اپنی کتاب میں اس
ولم تكن نفسي تطيب بايرادها	سے زیادہ منکر روایات نہیں درج کی
لكني تبعت الحافظ ابا نعيم	ہیں۔ میرا دل ان روایات کو شامل کرنے
في ذالك ؎	پر آمادہ نہیں تھا لیکن حافظ ابونعیم کی
	پیروی میں ایسا کیا ہے۔

لیکن یہ روایات حافظ ابونعیم کی مطبوعہ دلائل النبوۃ میں سرے سے پائی ہی نہیں جاتیں۔

روایات میلاد سے متعلق ایک ضخیم کتاب "مدارج النبوۃ" حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) کی بھی ہے۔ اسے انھوں نے فارسی زبان میں تالیف کیا ہے۔ اس میں بھی ولادت ومعجزات سے متعلق وہ تمام روایات اور واقعات جو اس موضوع کی عام کتابوں میں پائے جاتے ہیں بغیر سند کے نقل کیے گئے ہیں جن میں صحیح اور حسن کے علاوہ کثرت سے موضوع روایات بھی پائی جاتی ہیں۔

کتب میلاد کا دوسرا بڑا ماخذ کتب سیرت ہیں جن میں قدیم ترین ابن اسحاقؒ

واقدیؒ، ابن سعدؒ اور طبری کی کتابیں ہیں۔ متاخرین نے سیرت پر جتنی بھی کتابیں تصنیف کیں وہ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ ان ہی کتب سے ماخوذ ہیں۔ ان میں واقدی (م ۲۰۷ھ) بالکل اعتبار کے قابل نہیں۔ تمام ائمہ و محدثین کا واقدی سے ترکِ روایت پر اتفاق ہے امام ذہبی لکھتے ہیں: لاتفاقھم علی ترک حدیثه[۶] (اس لیے کہ واقدی سے ترکِ حدیث پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے)

واقدی کے علاوہ بقیہ تینوں اصحاب سیر اعتبار کے قابل ہیں۔ البتہ ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ) کی نسبت امام مالک امام نسائی اور دارقطنی وغیرہ نے جرح کی ہے لیکن اکثر ائمہ نے سیرت اور مغازی میں ان کی روایات کو معتبر مانا ہے۔ لیکن اسی حد تک نہیں کہ انھیں "صحیح" کہا جا سکے چنانچہ امام احمد ابن حنبل، ابن اسحاق کی روایتوں کو "حسن" (صحیح سے کمتر درجہ کی) کہتے تھے اور امام ذہبیؒ نے فرمایا:

لیس بذالک المتقن فانحط	حدیث کے معاملے میں ابن اسحاق
حدیثه عن رتبة الصحة	کچھ زیادہ قوی نہیں اس لیے ان کی روایات
وھو صدوق فی نفسه[۸]	درجۂ صحت سے گر گئیں، اگرچہ وہ بجائے
	خود سچے ہیں)

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی "الجامع الصحیح" میں مغازی کے ابواب میں بھی ابن اسحاق کی ایک بھی روایت قبول نہیں کی لیکن جزء القراۃ میں ان کی روایتوں کو قبول کیا ہے۔ جس سے اس کتاب کے مرتبہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ابن سعد (م ۲۳۰ھ) پر کسی کو کلام نہیں۔ وہ اگرچہ واقدی کے خاص شاگرد ہیں لیکن تمام ائمہ نے کہا ہے کہ استاد کے ناقابل اعتبار ہونے کے باوجود وہ لائق اعتبار راوی ہیں۔

اس طرح امام طبری بھی قابل اعتبار مصنف ہیں ان کی نسبت اگرچہ بعض محدثین نے جرح کی ہے[۹] لیکن امام ذہبی لکھتے ہیں کہ ابن جریر طبری اسلام کے معتمد اماموں میں سے ہیں[۱۰]۔ تاریخ کی تمام مفصل اور مستند کتابیں جیسے الکامل، ابن الاثیر، ابن خلدون اور ابوالفداء وغیرہ کی کتب ابن جریر ہی کی کتاب سے ماخوذ اور اس کے مختصرات ہیں۔

ان ائمہ کی عظمت اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ان کی کتابیں مستند ہیں ان میں بہت سی ضعیف اور منکر روایتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر سیرۃ ابن اسحاق

کو لے لیجئے۔ اس کتاب کو ابن ہشام نے زیاد بقائی (م ۱۹۳ھ) کے واسطہ سے نقل کیا ہے جنھیں یحییٰ بن معین، علی بن مدینی اور نسائی جیسے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حبان نے لکھا ہے:

کان فاحش الخطاء	وہ روایت نقل کرنے میں فاش غلطیوں
کثیر الوھم لایجوز	کا ارتکاب کرتے تھے اور کثیر الوہم تھے۔
الاحتجاج بخبرہ اذا	جس روایت کو وہ تنہا نقل کریں اس سے
انفرد[۱۱]	احتجاج جائز نہیں۔

اسی طرح ابن سعد کی نصف سے زیادہ روایتیں واقدی کے واسطہ سے بیان ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ شبلی نعمانی نے فرمایا کہ ابن سعد کی بقیہ روایتوں میں بعض راوی ثقہ ہیں اور بعض غیر ثقہ۔[۱۲] طبری کے بعض شیوخ مثلاً سلمہ ابرش (م ۱۹۰ھ) اور ابن مسلمہ وغیرہ بھی ضعیف الروایہ ہیں۔[۱۳] کتب سیرت کا کتب حدیث سے کم مرتبہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ سیرت کے مصنفین نے اصول حدیث کو نظر انداز کیا۔ مثلاً محدثین کے یہاں قبولیتِ حدیث کے لیے لازم ہے کہ وہ متصل الاسناد ہو لیکن سیرت کی کتابوں میں آنحضرتؐ کی ولادت سے متعلق جتنی بھی روایات پائی جاتی ہیں وہ سب مرسل ہیں یعنی ان کی اسناد میں اتصال نہیں پایا جاتا اور محدثین کے نزدیک مرسل روایت قابل احتجاج نہیں۔ محدثین کے یہاں اتصال سند کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ راوی ثقہ ہوں لیکن سیرت میں بہت سے ضعیف اور منکر راویوں کی روایت کو بھی قبول کر لیا جاتا ہے۔ بلکہ سیرت نگار ایسے راویوں کی روایت قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اس لیے کہ بقول علامہ شبلی "سیرت میں کسی واقعہ سے متعلق اس کی تمام جزئیات درکار ہوتی ہیں جو حدیث کے اعلیٰ معیارِ تحقیق کے مطابق نہیں مل سکتیں اس لیے سیرت نگار کو مجبوراً معیار تحقیق کم کر کے نیچے آنا پڑتا ہے تاکہ اس خلاء کو پر کیا جا سکے"۔[۱۴]

دوسری وجہ یہ ہے کہ روایات جمع کرتے وقت مؤلفین سیرت کے ذہنوں میں عام خیال یہ تھا کہ تحقیق و تنقید کی ضرورت صرف احکام و مسائل سے متعلق روایات تک محدود ہے باقی رہے فضائل و مناقب، معجزات و دلائل اور سیرت و مغازی وغیرہ میں اس معیار کی تحقیق و تنقید کی چنداں ضرورت نہیں یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں میں

صحیح کے ساتھ بہت سی ضعیف و منکر روایات بھی جمع ہوگئیں اور بڑے بڑے علماء نے ان روایتوں کو اپنی کتابوں میں نقل کرنا جائز سمجھا۔ مثال کے طور پر حاکم (م ۴۰۴ھ) نے مستدرک میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت آدم سے خطا سرزد ہوگئی تو انھوں نے کہا اے اللہ میں تجھ کو محمدؐ کا واسطہ دیتا ہوں میری خطا معاف فرما۔ خدا نے کہا تم نے محمدؐ کو کیسے جانا؟ حضرت آدمؑ نے کہا کہ میں نے سر اٹھا کر عرش کے پایوں پر نظر ڈالی تو یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس سے میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس شخص کا نام ملایا ہے وہ ضرور تجھ کو محبوب ترین ہوگا۔ خدا نے کہا اے آدم تم نے سچ کہا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔[۱۵] اس روایت کو حاکم نے "صحیح الاسناد" قرار دیا ہے۔ اس پر امام ذہبی نے فرمایا:

اظنه موضوعا فبعضه باطل"[۱۶]	میرے خیال میں یہ روایت موضوع ہے اس کے بعض حصے بالکل باطل ہیں۔

اس روایت کا راوی عبدالرحمٰن غایت درجہ مجروح (واہی) ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل، امام نسائی، ابوزرعہ اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن ضعیف ہے۔ علی بن مدینی نے کہا ہے کہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ تمام ائمہ کا اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ ابن خزیمہ نے فرمایا کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن سے اہل علم احتجاج نہیں کرتے اس لیے کہ اس کے اندر سوءِ حفظ پایا جاتا تھا۔ ابن حبان نے کہا ہے:

كان يقلب الاخبار وهو لا يعلم حتى كثر ذلك في روايته من رفع المرسل واسناد الموقوف فاستحق الترك	عبدالرحمٰن روایات کو نادانستہ طور پر الٹ پلٹ کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ انھوں نے کثرت سے مرسل کو مرفوع اور موقوف کو مسند بنا دیا اس لیے محدثین نے ان سے روایتیں لینی ترک کردیں

اس سے بڑھ کر یہ کہ خود حاکم نے تسلیم کیا ہے کہ عبدالرحمٰن اپنے والد سے موضوع حدیثیں روایت کرتے تھے[۱۷] لیکن اس کے باوجود وہ ان کی روایت کو "صحیح"

کہتے ہیں۔ اس طرح کی روایتوں کو "صحیح الاسناد" کہنے پر ائمہ نے حاکم پر سخت تنقید کی ہے۔ امام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ حاکم بہت سی ایسی روایتوں کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں جو محدثین کے نزدیک بالکل جھوٹے اور موضوع ہوتے ہیں۔ اسی لیے علماء حدیث حاکم کی تصحیح پر کبھی بھروسہ نہیں کرتے ۔[۵۸]

اسی روایت کو معمولی حذف و اضافہ کے ساتھ قاضی عیاض نے بھی اپنی کتاب الشفاء میں ابو محمد المکی اور ابو اللیث سمرقندی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس پر امام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ اس طرح کی روایتوں پر شریعت کی بنا جائز نہیں۔ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ان سے دین میں کسی طرح کی حجت نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ سب اسرائیلیات کے قبیل سے ہیں ۔[۵۹]

امام ابو عبداللہ الحاکم، قاضی عیاض، حافظ ابو نعیم، حافظ ابو موسیٰ المدینی، حافظ عبد الغنی، خطیب اور ابن عساکر وغیرہ کا شمار پایہ کے محدثین میں ہوتا ہے۔ اس کے باوجود یہ لوگ فضائل و مناقب دلائل و معجزات اور مواعظ و قصص وغیرہ میں روایات کو بغیر نقد و تحقیق کے روایت کرتے تھے۔ ابن تیمیہ اس کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس سے ان کی غرض یہ ہوتی تھی کہ اس سلسلے میں جو کچھ مروی ہو لوگوں کو معلوم ہو جائے یہ غرض کبھی نہ ہوئی کہ اس سے استدلال کیا جائے ۔"[۶۰]

یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابوں میں قرآن کی سورتوں اور آیتوں، فضائل، نام بنام خلفاء کے مناقب، مقامات اور شہروں کے محامد، اعمال کے مبالغہ آمیز ثواب یا عقاب کے بیانات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق عجیب و غریب غیر صحیح فضائل و معجزات والی روایات کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کے ذہنوں میں یہ خیال عام تھا کہ صرف حلال و حرام کی حدیثوں میں احتیاط اور شدت پسندی کی ضرورت ہے ان کے سوا دوسری تمام روایتوں میں صرف سلسلہ اسناد نقل کر دینا ہی کافی ہے نقد و تحقیق کی ضرورت نہیں اسی وجہ سے ان کتابوں میں بڑی تعداد میں ضعیف و منکر بلکہ موضوع روایات پائی جاتی ہیں۔ ولادت نبوی سے متعلق وہ تمام روایات جو عام طور پر کتب میلاد میں پائی جاتی ہیں ابو نعیم، ابن عساکر اور طبری وغیرہ سے مروی ہیں لیکن صحیح بخاری و مسلم بلکہ "کتب ستہ" کی کسی بھی کتاب میں ایسی روایات کا دور دور

تک پتہ نہیں۔ یہاں تک کہ عام مسانید و معاجم اور مصنفات مشہورہ تک ان روایات سے خالی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ولادت سے متعلق عجیب و غریب روایات و واقعات سرے سے غیر مستند اور موضوع ہیں۔ ان کا موجد طبقہ قصاص و واعظین ہے جو ابتدا ہی سے سرچشمۂ مکذوبات و خرافات رہا ہے۔ یہ لوگ اپنے مواعظ و بیانات کو دلکش اور شیریں بنانے کے لیے اس قسم کے حیرت انگیز قصص و حکایات کی تلاش و جستجو میں رہتے تھے اگر نہ ملتے تو خود وضع کر لیتے۔ اسی وجہ سے ابن جوزی اس طبقہ کو "معظم البلاء" کہتے تھے[۲۱] ابوالولید طیالسی کا بیان ہے کہ میں ایک بار شعبہ ابن الحجاج (م ۱۶۰ھ) کے پاس تھا اسی دوران ان کے پاس ایک نوجوان آیا اور اس نے ان سے حدیث معلوم کرنی چاہی۔ شعبہ نے اس سے پوچھا کیا تو قاص (واعظ) ہے؟ اس نے کہا "ہاں" شعبہ نے اسے وہاں سے بھگا دیا اور فرمایا: تم جیسے لوگوں سے حدیث نہیں بیان کرتے جب وہ چلا گیا تو ابوالولید نے شعبہ سے اس کی وجہ دریافت کی انھوں نے جواب دیا:

یاخذون الحدیث مناشبرا	ہم سے ایک بالشت برابر حدیث
فیجعلونہ ذراعا[۲۲]	لے جاتے ہیں اور اسے کھینچ تان کر ایک ہاتھ کی بنا دیتے ہیں۔

ان روایات کے وجود میں آنے کی اس کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے جیسا کہ علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ "اگلے واعظوں نے آنحضرتؐ کی پیدائش کے واقعہ کو شاعرانہ انداز میں بیان کیا مثلاً یہ کہ آپؐ کی پیدائش سے آمنہ کا گھر منور ہو گیا۔ مکہ کے سوکھے درختوں میں بہار آگئی، ستارے زمین پر جھک گئے۔ آسمان کے دروازے کھل گئے۔ فرشتوں نے ترانۂ مسرت بلند کیا، شیطانوں کی فوج پابہ زنجیر کی گئی اور جنت کو نئے سروسامان سے آراستہ کیا گیا وغیرہ ..... لیکن بعد کے غیر محتاط واعظوں اور میلاد خوانوں نے اس شاعرانہ اغراق و تغلیب کو واقعہ سمجھ لیا[۲۳] اور پھر اس میں اپنی طرف سے مزید اضافہ و تحشیہ کر کے بیان کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد ایک وقت وہ آیا جب انہی چیزوں کو روایت کی حیثیت دیگر معجزات و قصص کی صورت میں کتابوں میں مدون کر دیا گیا۔ جس کی مثال ملا معین الدین الہروی (م ۹۰۷ھ) کی کتاب معارج النبوۃ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: "ملا معین الدین الہروی حکایات طرازی، روایات ضعیفہ و موضوعہ

نقل کرنے میں، اسرائیلیات اور اخبار یہود وغیرہ میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ اس نے انھیں سب بے سروپا روایات کو اپنی معارج النبوۃ میں فارسی زبان میں رنگ و روغن کے ساتھ جمع کر دیا چنانچہ اردو زبان میں جس قدر مولود لکھے گئے اور رائج ہیں وہ سب بالواسطہ یا بلا واسطہ اسی ملا معین الدین الہروی کی معارج النبوۃ اور اس جیسی بعض دوسری کتب سے ماخوذ ہیں[٢٤]

میلاد سے متعلق ان کتابوں میں ضعیف و منکر کے علاوہ موضوع روایات کا انبار ہے ذیل میں ایسی چند روایات نقل کر کے علم الاسناد کی روشنی میں ان کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلق من نور اللہ[٢٥]	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔

اس روایت کی بابت مولانا عبد الحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں کہ یہ موضوع ہے۔ اس جیسی ایک روایت حافظ قسطلانی نے 'المواہب اللدنیہ' میں مصنف عبد الرزاق کے حوالے سے نقل کی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے آں حضرتؐ سے دریافت کیا کہ اللہ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ آپؐ نے فرمایا:

ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیك	سب سے پہلے اللہ نے تمہارے نبی کا نور پیدا کیا۔

اس روایت کو بھی مولانا عبد الحی لکھنوی نے موضوع قرار دیا ہے[٢٧] فضائل و مناقب میں مصنف عبد الرزاق اور اس جیسی کتابوں میں صحیح کے علاوہ منکر اور موضوع روایات کثرت سے پائی جاتی ہیں اس لیے مذکورہ ابواب میں ان کتابوں کا اعتبار کم ہی کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کی ایک روایت "اول ما خلق اللہ نوری"[٢٨] (اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا) المواہب اللدنیہ میں بغیر سند کے نقل کی گئی ہے۔ جس کی بابت مولانا سید سلیمان ندوی نے کہا ہے کہ یہ روایت حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ملی[٢٩]

لولاك لما خلقت الافلاك[٣٠]	اے نبی اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا

محدث علامہ طاہر پٹنی نے اس روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

كنت نبيا وادم بين الماء والطين [31]

میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے مرحلے میں تھے۔

امام ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے [32] علامہ طاہر پٹنی نے بھی اسے موضوعات میں شمار کیا ہے [33] علامہ سخاوی (م ۹۰۲ھ) نے کہا ہے :

فلم نقف عليه بهذا اللفظ [34]

ہم ان الفاظ کے ساتھ اس روایت سے واقف نہیں۔

اسی مضمون کی ایک روایت ترمذی نے بھی نقل کی ہے :

قالوا يا رسول الله متى وجبت لك النبوة قال وادم بين الروح والجسد [35]

لوگوں نے آپؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی آپ نے فرمایا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی نے فرمایا ہے :

هذا حديث حسن صحيح غريب عن حديث ابي هريرة لا نعرفه الا من هذا الوجه

حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے ہم اس حدیث کو اس سند کے سوا کسی دوسری سند سے نہیں جانتے

جس رات نبیؐ کی ولادت ہوئی اسی رات کسریٰ کے محل میں زلزلہ آگیا اور اس کے ۱۴ کنگرے گر گئے اور ساوہ کی نہر (واقع فارس) اور دوسری روایت کے مطابق طبریہ کی نہر (واقع شام) خشک ہوگئی اور فارس کا آتشکدہ جو ہزاروں سال سے روشن تھا بجھ گیا [36]

یہ روایت ابونعیم، طبری، ابن عساکر، بیہقی اور قسطلانی وغیرہ نے نقل کی ہے لیکن ان سب کے مرکزی راوی مخزوم بن ہانی ہیں جو اپنے والد ہانی مخزوم سے نقل کرتے ہیں اور یہ دونوں باپ بیٹے محدثین کے نزدیک مجہول ہیں۔ البتہ اصابہ میں اس طرح کا ایک نام ملتا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے لکھا ہے :

ليس في هذا الحديث ما يدل على صحته [37]

اس حدیث میں ایسا کچھ نہیں جو اس کی صحت پر دلالت کرتا ہو۔

سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ ہانی کی عمر ڈیڑھ سو برس بتائی جاتی ہے۔ جب کہ اس نام کا کوئی صحابی جو مخزومی اور قریشی ہو اور اس کی عمر ڈیڑھ سو برس ہو معلوم نہیں[۳۸]

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اپنی والدہ شفا بنت ادلیس سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں حضورؐ کی ولادت کے وقت بی بی آمنہ کے پاس تھی جب آپ میرے ہاتھ میں آئے تو ایک آواز میرے کان میں آئی کوئی کہہ رہا تھا خدا تم پر رحم کرے۔ پھر مشرق سے لے کر مغرب تک ساری زمین مجھ پر روشن ہوئی یہاں تک کہ میں نے شام کے بعض محلات دیکھے۔ میں نے آپ کو کپڑا پہنا کر لٹایا ہی تھا کہ اندھیرا چھا گیا اور میں ڈر کر کانپنے لگی پھر داہنی طرف کچھ روشنی نمودار ہوئی میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا کہ تم اس بچہ کو کہاں لے گئے تھے دوسرے نے جواب دیا کہ مغرب کی سمت میں اور تمام متبرک مقامات تک۔ ابھی کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ پھر وہی کیفیت پیدا ہوئی اور میں ڈر کر کانپنے لگی اس بار میرے بائیں جانب روشنی نمودار ہوئی میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا کہ کہاں لے گئے تھے۔ جواب ملا کہ مشرق کی سمت میں اور تمام مقامات مقدسہ تک اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس لے گیا انھوں نے آپ کو سینہ سے لگایا اور طہارت و برکت کی دعا کی۔ شفا کہتی ہیں کہ یہ مضمون ہمیشہ میرے دل میں رہا یہاں تک کہ آنحضرتؐ مبعوث ہوئے اور میں ایمان لانے والوں میں سے ہوئی[۳۹]

یہ روایت ابونعیم نے نقل کی ہے اور ان کی اتباع میں اسے حافظ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں اور حافظ سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں نقل کیا ہے۔ ان کتابوں میں اس کی کوئی سند نہیں بیان کی گئی ہے۔ البتہ ابونعیم نے اس کی سند بیان کی ہے۔ لیکن اس میں ایک راوی احمد بن محمد بن عبد العزیز زہری ہے جو غیر معتبر ہے اور اس کے دوسرے رُواۃ مجہول الحال ہیں[۴۰]

روایت ہے کہ حضرت آمنہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے اے آمنہ تیرا بچہ تمام جہاں کا سردار ہوگا۔ جب پیدا ہو تو اس کا نام احمدؐ اور محمدؐ رکھنا اور یہ تعویذ اس کے گلے میں ڈال دینا۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو سونے کے پتر پر انھیں یہ اشعار لکھے ملے: أعيذه بالواحد، من كل شر كل حاسد......[۴۱]

یہ روایت ابونعیم نے محمد بن موسیٰ انصاری سے نقل کی ہے جس کی روایتوں

کو امام بخاری منکر کہتے ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ دوسروں کی حدیثیں چرایا کرتا تھا اور موضوع روایتیں بنا کر ثقہ لوگوں کی طرف منسوب کر دیتا تھا[۱۲] طبری نے اس کو ابن اسحاق سے نقل کیا اور ابن اسحاق نے اسے بغیر سند کے نقل کیا[۱۳] جبکہ ابن سعد نے اس کو واقدی سے نقل کیا[۱۴] جس کی دروغ گوئی محتاج بیان نہیں۔

عثمان بن ابوالعاص صحابی کی والدہ ولادت کے وقت بی بی آمنہ کے پاس موجود تھیں وہ کہتی ہیں کہ جب آمنہ کو دردزہ ہوا تو معلوم ہوتا تھا کہ تمام ستارے زمین پر جھکے آتے ہیں یہاں تک میں ڈری کہ کہیں وہ زمین پر نہ گر پڑیں اور گھر روشنی سے معمور تھا۔[۱۵]

یہ روایت ابونعیم طبری اور بیہقی میں مذکور ہے لیکن اس کی سند میں ایک راوی یعقوب بن محمد زہری ہے جو پایہ اعتبار سے ساقط ہے ایک دوسرے راوی عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف کذاب ہے[۱۶]

حضرت آمنہ کہتی ہیں کہ مجھے ایام حمل میں حمل کی کوئی علامت معلوم نہیں ہوئی اور وہ گرانی اور تکلیف بھی محسوس نہیں ہوئی جو عورتوں کو ان ایام میں محسوس ہوتا ہے بجز اس کے کہ معمول میں فرق آگیا۔[۱۷]

المواہب اللدنیہ میں اس قصہ کو ابن اسحاق اور ابونعیم کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے لیکن سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ ابن اسحاق کا نسخہ جو ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے اس میں اور ابونعیم کی مطبوعہ دلائل النبوۃ میں کہیں اس قسم کی کوئی روایت مذکور نہیں[۱۸] خود حافظ قسطلانی نے اس روایت کی کوئی سند نہیں بیان کی۔ اس کو ابن سعد نے بھی نقل کیا ہے اور اسے دو طریقوں سے بیان کیا ہے۔ لیکن ان دونوں میں واقدی کا واسطہ ہے جن کو محدثین قابل اعتبار نہیں سمجھتے[۱۹]

روایت ہے کہ جب ولادت کا وقت آیا تو خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمانوں اور بہشتوں کے دروازے کھولدو اور فرشتوں سے فرمایا کہ تم بھی وہاں پہنچو، فرشتے نازل ہوتے تھے اور ایک دوسرے کو بشارت دیتے تھے۔ پیدائش کے وقت پہاڑ اور زیادہ اونچے ہو گئے، سمندروں کا پانی بلند ہو گیا۔ کوئی فرشتہ ایسا نہ تھا جو وہاں نہ پہونچا ہو۔ شیطان کے ستر طوق ڈالے گئے اور اسے بحر اخضر میں منہ کے بل ڈال دیا گیا۔ باقی سرکش شیاطین کو بھی طوق ڈالے گئے۔ اس دن سورج کو بہت

بڑا نور عطا کیا گیا۔ ستر ہزار حوریں ہوا میں کھڑی کر دی گئیں جو حضرت کی ولادت کی منتظر تھیں اس سال اللہ نے آپؐ کے اعزاز میں دنیا بھر کی تمام عورتوں کو فرزند زینہ عطا کیا۔ جتنے درخت تھے اس سال ثمر بار ہوئے۔ جہاں بھی کسی قسم کا خوف تھا وہاں امن ہو گیا۔ حضرت کے پیدا ہوتے ہی دنیا نور سے بھر گئی۔ فرشتوں نے باہم خوش خبری دی۔ ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کے ستون کھڑے کئے گئے اور پیدائش کی رات نہر کوثر کے کنارے مشک خالص کے ستر ہزار درخت لگائے گئے۔ آسمان منور ہو گیا۔ بتوں نے سر جھکا دئے۔ لات وعزیٰ اپنی جگہوں سے یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ قریش کی کم بختی کہ امین اور صدیق تشریف لائے۔[۵۴]

یہ روایت سیوطی نے الخصائص میں ابونعیم کے حوالہ سے نقل کی ہے اور کہا ہے کہ ابونعیم نے اسے چوتھی صدی ہجری کے ایک راوی عمرو بن قتیبہ سے نقل کیا ہے اور اسے انھوں نے اپنے والد سے نقل کیا ہے لیکن یہ صراحت نہیں کی کہ ان کے والد نے اسے کس سے سنا؛ اس لیے یہ روایت منقطع ہے یعنی واقعہ تک راویوں کا سلسلہ نہیں پہونچتا۔ حافظ سیوطی نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے[۵۵] اور سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ یہ روایت تمام تر بے سند اور موضوع ہے[۵۶]

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کے حمل میں آنے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ تھی کہ اسی رات قریش کے سب جانور بولنے لگے اور کہنے لگے کہ رب کعبہ کی قسم آنحضرتؐ شکم مادر میں آگئے وہ دنیا کی امان اور اہل دنیا کے چراغ ہیں۔ قریش اور دیگر قبائل کی کاہنہ عورتوں میں کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ اس کا جن اس کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گیا ہو اور ان سے علم کہانت نہ چھین لیا گیا ہو۔ دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے اور سلاطین اس دن کے لیے گونگے ہو گئے۔ مشرق کے وحشی جانوروں نے مغرب کے وحشی جانوروں کو بشارت دی۔ اسی طرح ایک دریا نے دوسرے دریا کو خوشخبری سنائی اور پورے ایام حمل میں ہر ماہ آسمان و زمین سے یہ ندا سنی جانے لگی کہ بشارت ہو کہ حضرت ابوالقاسم کے زمین پر ظاہر ہونے کا زمانہ قریب آگیا۔ حضرت کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب میرے حمل کے چھ مہینہ گذر گئے تو خواب میں کسی نے مجھ کو پاؤں سے ٹھوکر دے کر کہا کہ اے آمنہ تمام جہانوں کا سردار تیرے پیٹ میں ہے جب وہ پیدا

ہو تو اس کا نام محمد رکھنا اور اپنی حالت کو چھپائے رکھنا۔ کہتی ہیں کہ جب ولادت کا زمانہ آیا تو جو عورتوں کو پیش آتا ہے وہ مجھ کو بھی پیش آیا اور کسی کو میری اس حالت کی خبر نہ تھی۔ میں گھر میں تنہا تھی۔ عبدالمطلب خانہ کعبہ کے طواف کو گئے تھے میں نے ایک زور کی آواز سنی جس سے میں ڈر گئی میں نے دیکھا کہ ایک سفید مرغ ہے جو اپنے بازوؤں کو میرے دل پر مل رہا ہے اس سے میری تمام دہشت دور ہو گئی اور درد کی تکلیف بھی جاتی رہی پھر ایک طرف دیکھا کہ سفید شربت ہے پیاسی تھی دودھ سمجھ کر اسے پی گئی اس کے پینے سے میرے اندر سے ایک نور نکلا اور وہ بلند ہوا۔ پھر میں نے دیکھا کہ چند عورتیں جن کے قد لمبے لمبے ہیں گویا وہ عبدالمطلب کی بیٹیاں ہیں۔ وہ مجھے غور سے دیکھ رہی ہیں اور میں تعجب کر رہی ہوں کہ ان کو میرا حال کیسے معلوم ہوا؟ (ایک روایت میں ہے کہ ان عورتوں نے کہا ہم فرعون کی بیوی آسیہ اور عمران کی بیٹی مریم ہیں اور یہ جنت کی حوریں ہیں) میرا درد بڑھ گیا اور ہر گھڑی آواز اور زیادہ بلند اور خوفناک ہوتی جاتی تھی۔ اتنے میں ایک سفید دیبا کی چادر آسمان سے زمین تک پھیلی نظر آئی اور آواز آئی کہ اس کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپا لو۔ میں نے دیکھا کہ چند مرد ہوا میں معلق ہیں ان کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں اور میرے بدن سے موتی کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے جس میں مشک خالص سے بہتر خوشبو تھی اور دل سے کہہ رہی تھی کہ اے کاش کہ میرے پاس اس وقت عبدالمطلب ہوتے پھر میں نے پرندوں کا ایک غول دیکھا جو نہیں معلوم کدھر سے آ کر میرے کمرہ میں گھس گیا ان کی منقاریں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔ میری آنکھوں سے اس وقت پردے اٹھا دئیے گئے تو اس وقت مشرق و مغرب سب میری نگاہوں کے سامنے تھے تین جھنڈے نظر آئے ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک خانہ کعبہ کی چھت پر۔ اب درد اور زیادہ بڑھ گیا تو ایسا معلوم ہوا کہ کچھ عورتیں مجھے ٹیک لگائے بیٹھی ہیں اور اتنی عورتیں بھر گئیں کہ مجھے گھر کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ اسی اثنا میں بچہ پیدا ہوا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ سجدہ میں پڑا ہوا تھا اور دو انگلیاں آسمان کی طرف دعا کی طرح اٹھائے ہوئے تھا پھر سیاہ بادل نظر آیا جو آسمان سے اتر کر نیچے آیا اور بچہ پر چھا گیا اور بچہ میری نظروں سے غائب ہو گیا اتنے میں ایک ندا سنی کہ محمد کو زمین کے پورب اور پچھم گھما دو اور سمندروں کے اندر لے جاؤ تاکہ سب ان کے نام نامی اور

اور شکل وصورت کو پہچان لیں اور جان لیں کہ یہ "ماحی" (مٹا دینے والے) ہیں یہ اپنے زمانے میں شرک کا نام ونشان مٹا دیں گے۔ پھر تھوڑی دیر میں بادل ہٹ گیا اور آپ دودھ جیسے سفید کپڑے میں لپٹے نظر آئے جس کے نیچے سبز ریشم تھا۔ ہاتھوں میں سفید موتیوں کی تین کنجیاں تھیں اور ایک ندا آئی کہ محمدؐ کو فتح ونصرت اور نبوت کی کنجیاں دی گئیں[۵۳]

اس روایت کو بھی سیوطی نے نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ منکر ہے اس کے علاوہ اس کی سند میں ابوبکر بن ابومریم ضعیف راوی ہیں[۵۴] دوسرے یہ کہ اس کے راوی ابن عباس ہیں۔ ابن عباس واقعہ ولادت کے پچاس برس بعد پیدا ہوئے۔ سند سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ انھوں نے اس کو کس سے سنا؟ اس لیے یہ روایت مرسل بھی ہے۔ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں کہ یہ روایت سرے سے موضوع ہے[۵۵]

اس قسم کی ایک روایت حضرت عباس سے بھی منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا سب سے چھوٹا بھائی (عبداللہ) جب پیدا ہوا تو اس کے چہرہ پر سورج کی روشنی تھی اور والدہ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ بنی مخزوم کی ایک کاہنہ نے یہ خواب سن کر پیشین گوئی کی کہ اس لڑکے کی پشت سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو تمام دنیا پر حکومت کرے گا۔ جب آمنہ کے شکم سے بچہ پیدا ہوا تو میں نے ان سے پوچھا کہ ولادت کے وقت تم کو کیا کیا نظر آیا؟ انھوں نے کہا کہ جب مجھے درد ہونے لگا تو میں نے زور کی آواز سنی جو انسانوں کی آواز کی طرح نہ تھی اور سبز ریشم کا پھریرا یاقوت کے جھنڈے میں لگا ہوا آسمان وزمین کے بیچ میں گڑا نظر آیا اور میں نے دیکھا کہ بچہ کے سر سے روشنی کی کرنیں نکل نکل کر آسمان تک جا رہی تھیں تمام کے تمام محل آگ کا شعلہ معلوم ہوتے تھے اور اپنے پاس مرغابیوں کا ایک جھنڈ دکھائی دیا جس نے بچہ کو سجدہ کیا پھر اپنے پروں کو کھول دیا اور سعیرہ اسدیہ کو دیکھا کہ وہ کہتی ہوئی گذری کہ تیرے اس بچہ نے بتوں اور کاہنوں کو بڑا صدمہ پہنچایا ہائے سعیرہ ہلاک ہوگئی۔ پھر ایک بلند وبالا سفید رنگ کا جوان نظر آیا جس نے بچہ کو میرے ہاتھ سے لے لیا اور اس کے منھ میں اپنا لعاب دہن لگایا۔ اس کے ہاتھ میں ایک طشت تھا۔ بچہ کے پیٹ کو پھاڑا پھر اس کے دل کو نکالا اس میں سے ایک سیاہ چیز نکال کر پھینک دی پھر سبز حریر کی ایک تھیلی کھولی جس میں سفید شے کے مانند کوئی چیز تھی اس کو سینہ میں بھرا پھر سفید

حریر کی ایک تھیلی کھولی اس میں سے ایک انگوٹھی نکال کر مونڈھے پر انڈے کے برابر مہر کی اور اس کو ایک کرتہ پہنایا[۵۶]

یہ روایت بھی سرے سے موضوع ہے اس کے راوی حضرت عباس ہیں جو بطور جملہ معترضہ کے آغاز روایت میں کہتے ہیں کہ "میرا سب سے چھوٹا بھائی (عبداللہ) پیدا ہوا"۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ یہ جملہ ہی بتا رہا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے کیونکہ یہ بالاتفاق مسلّم ہے کہ حضرت عبداللہ حضرت عباس سے بڑے تھے نہ کہ چھوٹے بلکہ حضرت عباس کی عمر خود آنحضرتؐ سے صرف دو یا تین برس ہی زیادہ تھی تو حضرت عباس آپؐ کے والد عبداللہ سے کیونکر بڑے ہوئے[۵۷]

اس روایت کو حافظ سیوطی خصائص میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هٰذا الاثر والاثر قبله	اس روایت میں اور اس سے
فيها نكارة شديدة ولم	قبل کی روایت میں سخت نکارت ہے
اورد في كتابي اشد نكارة	اور میں نے اپنی کتاب میں ان تینوں
فيها ولم تكن نفسي لتطيب	روایتوں سے بڑھ کر منکر کوئی روایت
بايرادها لكني تبعت الحافظ	نقل نہیں کی میرا دل ان روایات کو شامل
ابا نعيم في ذالك[۵۸]	کرنے پر آمادہ نہ تھا لیکن میں نے محض
	حافظ ابونعیم کی پیروی میں ایسا کیا ہے۔

حافظ سیوطی کے اس تبصرہ پر نقد کرتے ہوئے مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ حافظ سیوطی ہر طرح کی رطب و یابس روایتوں کو جمع کرنے بلکہ ان سے استدلال کرنے میں جس درجہ بے احتیاط اور تساہل پیشہ ہیں وہ ارباب نظر سے مخفی نہیں فضائل و مناقب کی انتہائی سرحد سیوطی ہیں لیکن جن روایتوں کو حافظ سیوطی بھی لکھنے کے قابل نہ سمجھیں اس سے ان روایات کی لغویت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے حافظ سیوطی ان روایات کا ماخذ حافظ ابونعیم کو بتاتے ہیں۔ حافظ ابونعیم بھی ہر طرح کی رطب و یابس روایات جمع کر دینے میں ماہر ہیں لیکن ماقبل کی یہ تینوں روایتیں حافظ ابونعیم کی کتاب دلائل النبوۃ میں سرے سے پائی ہی نہیں جاتیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابونعیم کے نزدیک یہ روایات اس درجہ واضح طور پر موضوع تھیں کہ وہ ضعیف

ومنکر روایتوں میں بھی ان روایات کو جگہ نہ دے سکے بلکہ ان میں شدید نکارت کے باعث انھیں یہ روایات چھوڑ دینی پڑیں۔

حضرت آمنہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب آپؐ پیدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس سے تمام مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ پیدا ہوتے ہی آپ دونوں ہاتھ ٹیک کر زمین پر گر گئے (یعنی سجدہ میں چلے گئے) پھر مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس نے شام کے محلات اور بازار کو روشن کر دیا یہاں تک کہ بصریٰ میں اونٹوں کو گردن اٹھائے ہوئے دیکھا[۱۲۳]

یہ روایت ابن سعد نے واقدی سے نقل کی ہے جو اعتبار کے قابل نہیں۔ اسی طرح ابونعیم اور طبرانی نے اسے جن طریقوں سے نقل کیا ہے ان میں کوئی بھی قوی نہیں ہے[۱۲۴]

واقعات میلاد کے علاوہ آنحضرتؐ کی رضاعت و شیر خوارگی کے زمانے سے متعلق بھی بہت سی روایات ابن اسحاق، طبرانی، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر اور ابن سعد وغیرہ نے نقل کی ہیں لیکن وہ ناقابل اعتبار ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔

جہم بن ابوجہم مولیٰ الحارث بن حاطب بیان کرتے ہیں کہ حلیمہ بنت سعدیہ بیان کرتی ہیں کہ میں اپنی بستی سے اپنے شوہر، ایک شیر خوار بچے اور بنوسعد بن بکر کی چند عورتوں کے ساتھ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں نکلی وہ زمانہ قحط کا تھا۔ ہمارے پاس کچھ نہ تھا میں ایک گدھی پر تھی اور ہمارے ساتھ ایک بوڑھی اونٹنی تھی جس سے ایک قطرہ دودھ نہ مل سکتا تھا ہمارا حال یہ تھا کہ ہم اپنے بچہ کے بھوک سے رونے کے سبب ساری رات سو نہیں سکتے تھے۔ میری چھاتی میں اتنا دودھ نہ تھا کہ اسے کافی ہو اور نہ ہماری بوڑھی اونٹنی کے پاس کچھ دودھ تھا جو اس کے ناشتہ کے کام آتے میں اپنی اس گدھی پر نکلی تو وہ تھک گئی۔ اس کی کمزوری اور دبلے پن کے باعث ساتھیوں کو زحمت اٹھانی پڑی یہاں تک کہ ہم مکہ پہنچ گئے۔ ہم میں سے کوئی عورت ایسی نہ تھی جس کے سامنے رسول اللہؐ کو پیش نہ کیا گیا ہو لیکن جب اسے بتایا جاتا کہ آپؐ یتیم ہیں تو وہ آپ کو لینے سے انکار کرتی اس لیے کہ ہم لوگ بچے کے باپ کی طرف سے نیک سلوک کی امید

رکھتے اور کہتے تھے کہ وہ یتیم ہے تو اس کی ماں اور دادا سے حسن سلوک کی کیا امید کی جا سکتی ہے اس لیے ہم آپؐ کو لینا پسند نہ کرتے تھے میرے ساتھ آئی ہوئی عورتوں میں سے بجز میرے کوئی عورت باقی نہ رہی جس نے کوئی شیر خوار نہ لے لیا ہو جب ہم واپس جانے لگے تو میں نے شوہر سے کہا بخدا میں اس بات کو ناپسند کرتی ہوں کہ کسی شیر خوار کو لیے بغیر واپس ہو جاؤں۔ میں آپؐ کے پاس گئی اور آپؐ کو لے لیا۔ اس کے بعد جب میں اپنی سواری کی طرف لوٹی اور آپ کو اپنی گود میں بٹھایا تو آپ کے لیے میری چھاتیوں میں حسب خواہش دودھ اتر آیا آپ نے پیا اور آپ کے ساتھ آپ کے رضاعی بھائی نے بھی پیا وہ بھی سیر ہو گیا پھر دونوں سو گئے۔ میرا شوہر اپنی بوڑھی اونٹنی کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ میرے شوہر نے اس سے اتنا دودھ دوہا کہ ہم دونوں نے خوب شکم سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد ہم واپس ہونے کے لیے اپنی گدھی پر سوار ہوئے اور آپ کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیا پھر تو وہ گدھی اتنی تیز چلی کہ قافلے سے آگے ہو گئے۔ قافلے والوں کی گدھیوں میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ یہاں تک کہ میرے ساتھ والیاں مجھ سے کہنے لگیں کہ ہماری خاطر ذرا رفتار کم کر دے کیا یہ تیری وہ گدھی نہیں جس پر گھر سے نکلی تھی۔ میں ان سے کہتی کیوں نہیں یہ تو وہی ہے وہ کہتی خدا کی قسم اس کی تو حالت ہی کچھ اور ہے پھر ہم اپنے گھر آئے جو بنو سعد کی بستیوں میں تھا اس علاقہ میں سخت قحط تھا مگر جب ہم آپ کو اپنے ساتھ لائے تو میری بکریاں چراگاہ سے اس حال میں گھر لوٹتیں کہ ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوتے۔ ہم دودھ دوہتے اور پیتے جبکہ دوسرے لوگوں میں سے کوئی بھی اپنی بکریوں سے دودھ کا قطرہ تک نہ پاتا۔ ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ابو ذویب کی بیٹی (سعدیہ) کا چرواہا جہاں بکریاں چرانے لے جاتا ہے وہیں تم بھی لے جایا کرو وہ ایسا ہی کرتے پھر بھی ان کی بکریاں بھوکی واپس آتیں اور ایک قطرہ دودھ نہ دیتیں جبکہ میری بکریاں دودھ سے بھری ہوئی اور سیر لوٹتیں۔[۶۲]

اس روایت کو ابن اسحاق نے جہم بن ابو جہم سے نقل کیا ہے جو مجہول راوی ہیں حافظ ابن حجر نے فرمایا لا یُعرف[۶۳] (معلوم نہیں یہ کون ہیں) ابن سعد نے اس روایت کو واقدی سے نقل کیا ہے۔[۶۴] جو اعتبار کے قابل نہیں۔ ابن اسحاق اور ابن سعد

کے علاوہ طبرانی بیہقی، ابونعیم اور ابن عساکر نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے جس کے مرکزی راوی بھی انہی دونوں میں سے ہیں اس لیے یہ روایت اعتبار کے قابل نہیں۔

ماقبل میں مذکور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور رضاعت وغیرہ کے واقعات میں سے ایک بھی روایت قابل اعتبار نہیں اور نہ اس طرح کا کوئی واقعہ حدیث کی مستند کتابوں میں منقول ہے یہ تمام واقعات وروایات دلائل ومعجزات اور تاریخ وسیرت کی کتابوں سے نقل کیے گئے جو بقول علامہ شبلی کے "محتاج تنقیح ہیں"۔[۶۵]

مولانا تقی امینی نے ولادت سے متعلق روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ صحابہ میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کی عمر رسول اللہؐ کی پیدائش کے وقت روایت بیان کرنے کی ہو۔ اگر یہ تمام روایات وواقعات مبعوث ہونے کے بعد بذات خود آپ نے بیان فرمائے ہوتے تو اتنے اہم واقعات کا تذکرہ حدیث کی مستند کتابوں میں ضرور ہوتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ تمام بڑے بڑے محدثین متفقہ طور پر آپ کی پیدائش اور ایام طفولیت کے دلائل نبوت کو نظر انداز کردیتے اور اگر یہ واقعات عوام میں ایک حقیقت کے طور پر مشہور ہوتے تو اعلان نبوت کے بعد آپؐ کو تبلیغ رسالت میں جس قدر دشواریاں پیش آئیں وہ نہ آتیں بلکہ ہر شخص ان واقعات کی شہرت کی بنا پر ایمان لانے پر مجبور ہوتا۔[۶۶]

یہ تمام روایات دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں نبی آخر الزماں کی فضیلت وبرتری ثابت کرنے کے لیے واعظین اور اختراع پردازوں نے وضع کی ہیں۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ "تورات وانجیل میں بیشک آپ کے متعلق بعض پیشینگوئیاں تھیں اور وہ آج بھی موجود ہیں لیکن وہ سب کنایات اور مجمل عبارتوں میں ہیں لیکن دروغ گویوں نے ان کو وسعت دے کر صاف صاف اور واضح الفاظ میں آپ کے نام ومقام کی تخصیص وتعیین کے ساتھ بلکہ آپ کا پورا حلیہ تک یہود ونصاریٰ کی زبانی بیان کردیا۔[۶۷]

حواشی ومراجع

[۱] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۳۳، مطبع بولاق، مصر ۱۲۹۴ھ

[۲] ذہبی، میزان الاعتدال ۱/۵۶، مطبع السعادۃ، مصر ۱۳۲۵ھ

۳ه ابن تیمیہ، کتاب التوسل، ترجمہ بنام کتاب الوسیلہ ص ۱۹۳ مترجم عبدالرزاق ملیح آبادی، لاہور ۱۹۵۱ء

۴ه ایضاً ص ۲۰۱ ۵ه ایضاً ص ۱۹۸

۶ه جلال الدین سیوطی، الخصائص الکبریٰ ۱/ ۴۹، حیدرآباد ۱۳۱۹ھ

۷ه ذہبی، تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۳۱۸، حیدرآباد ۱۳۳۳ھ

۸ه ایضاً ۱/ ۱۶۲ - ۱۶۴

۹ه ایضاً ۲/ ۲۵۱، حافظ سراج الدین بلقینی، محاسن الاصطلاح ص ۵۹۴، مصر ۱۹۷۴ء

۱۰ه تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۵۱

۱۱ه ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ۳/ ۳۷۶ حیدرآباد ۱۳۲۶ھ

۱۲ه شبلی نعمانی، سیرت النبی ۱/ ۴۹، مطبع معارف، اعظم گڑھ ۱۳۶۲ھ

۱۳ه تہذیب التہذیب ۴/ ۱۵۳ - ۱۵۴، سیرت النبی ۱/ ۴۹

۱۴ه سیرت النبی ۱/ ۱۰ (حاشیہ)

۱۵ه ابوعبداللہ الحاکم، مستدرک ۲/ ۶۱۵، حیدرآباد ۱۳۴۲ھ

۱۶ه ذہبی، تلخیص المستدرک ۲/ ۶۱۵، حیدرآباد ۱۳۴۲ھ

۱۷ه تہذیب التہذیب ۶/ ۱۷۸ - ۱۷۹

۱۸ه کتاب الوسیلہ ص ۱۹۶

۱۹ه ایضاً ص ۱۹۸ ۲۰ه ایضاً ص ۲۰۲

۲۱ه جلال الدین سیوطی، اللآلی المصنوعۃ ص ۵۹۸، مطبع علوی (ہند) ۱۳۰۳ھ

۲۲ه محمد ابوزہو، الحدیث والمحدثون ص ۲۶۶، مصر ۱۳۷۸ھ

۲۳ه سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ۳/ ۳۴۷، مطبع معارف اعظم گڑھ

۲۴ه مولانا ابوالکلام آزاد، ولادت نبوی ص ۸۱، شاہین بک سنٹر، دہلی ۱۹۸۵ء

۲۵ه عبدالحئی لکھنوی، الآثار المرفوعہ ص ۲۷۲

۲۶ه شہاب الدین احمد القسطلانی، المواہب اللدنیہ ص ۱۶، مخطوطہ نمبر ۲۱، عربیہ اخبار، یونیورسٹی کلکشن مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۲۷ه الآثار المرفوعۃ ص ۲۷۲

۲۸ه المواہب اللدنیہ ص ۱۷

۲۹؎ سیرت النبی ۳/۴۳۷

۳۰؎ طاہر پٹنی، تذکرۃ الموضوعات ص ۸۶، بمبئی ۱۳۴۳ھ

۳۱؎ ایضاً

۳۲؎ فتاویٰ ابن تیمیہ ۲/۱۹۷، قاہرہ ۱۳۲۶ھ

۳۳؎ تذکرۃ الموضوعات ص ۸۶

۳۴؎ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی، المقاصد الحسنۃ ص ۲۱۵، مخطوطہ نمبر ۲۸۷/۱۱۱، عربیہ اخبار، حبیب گنج کلکشن مولانا آزاد لائبریری۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۳۵؎ ترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۳۶؎ ابونعیم اصفہانی، دلائل النبوۃ ۱/۴۰، حیدرآباد ۱۳۲۰ھ، المواہب اللدنیہ ص ۴۴، ابن جریر الطبری، تاریخ طبری ۲/۱۶۶، مصر ۱۹۶۱ء

۳۷؎ ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ ۳/۵۹۷، مصر ۱۳۲۸ھ

۳۸؎ سیرت النبی ۳/۴۴۲

۳۹؎ دلائل النبوۃ ۱/۴۰، المواہب اللدنیہ ص ۴۴، الخصائص الکبریٰ ۱/۴۷

۴۰؎ سیرت النبی ۳/۴۴۳

۴۱؎ دلائل النبوۃ ۱/۴۰

۴۲؎ سیرت النبی ۳/۴۴۳

۴۳؎ تاریخ طبری ۲/۱۵۶، سیرت ابن ہشام ۱/۱۴۷، قاہرہ ۱۹۵۵ء

۴۴؎ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ۱/۹۸ بیروت ۱۹۶۰ء

۴۵؎ دلائل النبوۃ ۱/۴۰، تاریخ طبری ۲/۱۵۷

۴۶؎ سیرت النبی ۳/۴۴۴

۴۷؎ المواہب اللدنیہ ص ۴۷

۴۸؎ سیرت النبی ۳/۴۴۴

۴۹؎ طبقات ابن سعد ۱/۹۸

۵۰؎ الخصائص الکبریٰ ۱/۴۷

۵۱؎ ایضاً ۱/۴۹

۵۲ھ سیرت النبی ۳/۷۲۶

۵۳ھ الخصائص الکبریٰ ۱/۴۷

۵۴ھ ذہبی، تلخیص المستدرک ۲/۶۰۱

۵۵ھ سیرت النبی ۳/۷۲۸

۵۶ھ الخصائص الکبریٰ ۱/۴۹

۵۷ھ ولادت نبوی / ۹۸

۵۸ھ الخصائص الکبریٰ ۱/۴۹

۵۹ھ ولادت نبوی ص ۹۹/۴، ۱۰۱

۶۰ھ طبقات ابن سعد ۱/۱۰۱، دلائل النبوۃ ۱/ ۴۰

۶۱ھ سیرت النبی ۳/۷۵۳

۶۲ھ سیرت ابن ہشام ۱/۱۷۷

۶۳ھ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان ۲/۱۴۲، حیدرآباد ۱۳۲۹ھ

۶۴ھ طبقات ابن سعد ۱/ ۱۰۱

۶۵ھ سیرت النبی ۱/۸۴

۶۶ھ مولانا تقی امینی، حدیث کا درایتی معیار ص ۲۰۸، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۸۰ء

۶۷ھ سیرت النبی ۳/۷۳۳، ۷۳۲

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کی ایک اہم کتاب

ایمان وعمل کا قرآنی تصوّر

الطاف احمد اعظمی

○ ایمان وعمل کے مروجہ تصور کی کمزوریوں کی نشان دہی کرتی ہے۔ ○ قرآن وسنت کے نقطۂ نظر کی مدلل اور دلنشیں تشریح کرتی ہے ○ ایمان وعمل کے تقاضے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی کی راہ واضح کرتی ہے۔

آفسٹ کی طباعت۔ خوبصورت سرورق۔ صفحات ۲۸۰ قیمت ۲۵ روپئے لائبریری ایڈیشن ۴۰ روپئے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲